قدرت اللہ شہاب

(۱۹۱۷ء-۱۹۸۶ء)

قدرت اللہ شہاب گلگت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جموں میں پائی۔ ۱۹۳۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے انگریزی ادب میں ایم اے کیا۔ ۱۹۴۱ء میں آئی سی ایس کے مقابلے میں کامیاب ہوکر اِنڈین سِول سروس میں شامل ہوگئے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی دو برس حکومتِ آزاد کشمیر کے سیکرٹری جنرل رہے، اس کے بعد وزارتِ اطلاعات ونشریات حکومتِ پاکستان میں ڈپٹی سیکرٹری اور پھر جھنگ میں ڈپٹی کمشنر رہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک گورنر جنرل غلام محمد، صدر سکندر مرزا اور صدر ایوب خاں کے سیکرٹری رہے۔ تین برس تک ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ ۱۹۶۶ء میں واپس آکر مرکزی سیکرٹری تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں وفات پائی اور اسلام آباد میں دفن ہوئے۔

وہ زبان و بیان پر دسترس رکھتے تھے۔ ان کا اسلوب سادہ ہے، بایں ہمہ ان کی تحریروں میں بڑی جاذبیت اور دل کشی ہے۔

قدرت اللہ شہاب نے لکھنے کا آغاز معروف شاعر اختر شیرانی کے رسالے رومان سے کیا تھا۔ ۳۱ رجنوری ۱۹۵۹ء کو رائٹرز گلڈ معرضِ وجود میں آیا تو وہ اس کے پہلے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ ان کی تصانیف میں یا خدا (۱۹۴۸ء)، نفسانے (۱۹۵۰ء)، ماں جی (۱۹۶۸ء) اور شہاب نامہ (۱۹۸۶ء) شامل ہیں۔ شہاب نامہ قدرت اللہ شہاب کی خودنوشت ہے، جو ان کی تمام تصانیف سے بڑھ کر مقبول ہوئی۔ گذشتہ پچیس برس میں اس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

علی بخش

تدریسی مقاصد

۱۔ قدرت اللہ شہاب کی اس تحریر کے حوالے سے شہاب نامہ کا تعارف کرانا۔
۲۔ علامہ محمد اقبالؒ کی نجی زندگی کے بعض پہلوؤں سے واقفیت دلانا۔
۳۔ طلبہ کو ایک عمدہ ادبی تحریر کی خوبیوں سے آشنا کرنا۔
۴۔ طلبہ کو صِنفِ ادب ''خودنوشت'' سے آگاہ کرنا اور ان پر اس کی خوبیاں واضح کرنا۔

ایک روز مَیں کسی کام سے لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں پر ایک جگہ خواجہ عبدالرحیم [1] صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ باتوں باتوں میں انھوں نے بتایا کہ علامہ اقبالؒ کے دیرینہ اور وفادار ملازم علی بخش [2] کو حکومت نے اس کی خدمات کے سلسلے میں لائل پور میں ایک مُربع زمین عطا کی ہے۔ وہ بچارا کئی چکر لگا چکا ہے لیکن اسے قبضہ نہیں ملتا، کیونکہ کچھ شریر لوگ اس پر ناجائز طور پر قابض ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: ''جھنگ، لائل پور کے بالکل قریب ہے، کیا تم علی بخش کی کچھ مدد نہیں کر سکتے؟''

مَیں نے فوراً جواب دیا: ''مَیں آج ہی اسے اپنی موٹر کار میں جھنگ لے جاؤں گا اور کسی نہ کسی طرح اس کو زمین کا قبضہ دلوا کے چھوڑوں گا۔''

خواجہ صاحب مجھے ''جاوید منزل'' [3] لے گئے اور علی بخش سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا: ''یہ جھنگ کے ڈپٹی کمشنر ہیں۔ تم فوراً تیار ہوکر ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ یہ بہت جلد تمھاری زمین کا قبضہ دلوادیں گے۔''

علی بخش کسی قدر ہچکچایا اور بولا: ''سوچیے تو سہی، مَیں زمین کا قبضہ لینے کے لیے کب تک مارا مارا پھروں گا؟ قبضہ نہیں ملتا تو کھائے کڑھی، لاہور سے جاتا ہوں تو جاوید کا نقصان ہوتا ہے۔ جاوید بھی کیا کہے گا کہ بابا کن جھگڑوں میں پڑ گیا؟''

لیکن خواجہ صاحب کے اصرار پر وہ میرے ساتھ ایک آدھ روز کے لیے جھنگ چلنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ جب وہ میرے ساتھ کار میں بیٹھ جاتا ہے تو غالباً اس کے دل میں سب سے بڑا وہم یہ ہے کہ شاید اب مَیں بھی بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح علّامہ اقبالؒ کی باتیں پوچھ پوچھ کر اس کا سر کھپاؤں گا لیکن مَیں نے بھی عزم کر رکھا ہے کہ مَیں خود علی بخش سے حضرت علامہ کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اگر واقعی وہ علی بخش کی زندگی کا ایک جزو ہیں، تو یہ جوہر خود بخود عشق اور مُشک کی طرح ظاہر

۱۔ خواجہ عبدالرحیم لاہور کے معروف بیرسٹر تھے۔ علامہ اقبالؒ کی زندگی میں کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔
۲۔ علی بخش تقریباً چالیس سال، علامہ اقبالؒ کے نہایت وفادار خدمت گزار رہے۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد اُن کی بیوی فوت ہوگئی، تو انھوں نے پھر شادی نہیں کی۔
۳۔ جاوید منزل، لاہور میں علامہ اقبالؒ روڈ پر واقع ہے۔ یہ علامہ اقبالؒ کی قیام گاہ تھی، جسے اب ''اقبالؒ میوزیم'' بنا دیا گیا ہے اور یہ محکمہ آثارِ قدیمہ کی تحویل میں ہے۔

ہو کر رہے گا۔

میری توقع پوری ہوتی ہے اور تھوڑی سی پریشان کُن خاموشی کے بعد علی بخش مجھے یوں گھورنے لگتا ہے کہ یہ عجیب شخص ہے، جو ڈاکٹر صاحب کی کوئی بات نہیں کرتا۔ آخر اس سے رہا نہ گیا اور ایک سینما کے سامنے بھیڑ بھاڑ دیکھ کر وہ بڑبڑانے لگا: ''مسجدوں کے سامنے تو کبھی ایسا رش نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہی کہا کرتے تھے۔''

ایک جگہ مَیں پان خریدنے کے لیے رُکتا ہوں، تو علی بخش بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے: ''ڈاکٹر صاحب کو پان پسند نہیں تھے۔''

پھر شاید میری دل جوئی کے لیے وہ مسکرا کر کہتا ہے: ''ہاں حقّہ خوب پیتے تھے۔ اپنا اپنا شوق ہے۔ پان کا ہو یا حقّے کا!''

شیخوپورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک بار یہاں بھی آئے تھے۔ یہاں پر ایک مسلمان تحصیل دار تھے، جو ڈاکٹر صاحب کے پکّے مرید تھے، انھوں نے دعوت دی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو پلاؤ اور سیخ کباب بہت پسند تھے۔ آموں کا بھی بڑا شوق تھا۔ وفات سے کوئی چھے برس پہلے، جب ان کا گلا پہلی بار بیٹھا، تو کھانا پینا بہت کم ہو گیا۔

اب علی بخش کا ذہن بڑی تیزی سے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہا ہے اور وہ بڑی سادگی سے ڈاکٹر صاحب کی باتیں سناتا جاتا ہے۔ ان باتوں میں قصوں اور کہانیوں کا رنگ نہیں، بلکہ ایک نشے کی سی کیفیت ہے۔ جب تک علی بخش کا یہ نشہ پورا نہیں ہوتا، غالباً اسے ذہنی اور روحانی تسکین نہیں ملتی۔ ''صاحب! جب ڈاکٹر صاحب نے دَم دیا ہے، مَیں ان کے بالکل قریب تھا۔ صبح سویرے مَیں نے انھیں فروٹ سالٹ پلایا اور کہا کہ اب آپ کی طبیعت بحال ہو جائے گی، لیکن عین پانچ بج کر دس منٹ پر ان کی آنکھوں میں ایک تیز تیز نیلی نیلی سی چمک آئی اور زبان سے اللہ ہی اللہ نکلا۔ مَیں نے جلدی سے ان کا سر اُٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور انھیں جھنجوڑنے لگا لیکن وہ رخصت ہو گئے تھے۔''

کچھ عرصہ خاموشی طاری رہتی ہے۔

پھر علی بخش کا موڈ بدلنے کے لیے مَیں بھی اس سے ایک سوال کر ہی بیٹھتا ہوں: ''حاجی صاحب! کیا آپ کو ڈاکٹر صاحب کے کچھ شعر یاد ہیں؟''

علی بخش ہنس کر ٹالتا ہے: ''مَیں تو اَن پڑھ جاہل ہوں۔ مجھے ان باتوں کی بھلا کیا عقل!''

''مَیں نہیں مانتا۔'' مَیں نے اِصرار کیا: ''آپ کو ضرور کچھ یاد ہوگا۔''

''کبھی اے حقیقتِ منتظر والا کچھ کچھ یاد ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کو خود بھی بہت گنگنایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب عام طور پر مجھے اپنے کمرے کے بالکل نزدیک سُلایا کرتے تھے۔ رات کو دو ڈھائی بجے دبے پاؤں اُٹھتے تھے اور وضو کر کے جانماز پر جا بیٹھتے تھے۔ نماز پڑھ کر وہ دیر تک سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ فارغ ہو کر بستر پر آ لیٹتے تھے۔ مَیں حقہ تازہ کر کے لا رکھتا تھا۔ کبھی ایک، کبھی دو کش لگاتے تھے۔ کبھی آنکھ لگ جاتی تھی۔ بس صبح تک اسی طرح کروٹیں بدلتے رہتے تھے۔''

میرا ڈرائیور احتراماً علی بخش کو سگریٹ پیش کرتا ہے لیکن وہ غالباً حجاب میں آ کر اسے قبول نہیں کرتا۔

''ڈاکٹر صاحب میں ایک عجیب بات تھی۔ کبھی کبھی رات کو سوتے سوتے انھیں ایک جھٹکا سا لگتا تھا اور وہ مجھے آواز دیتے تھے۔ انھوں نے مجھے ہدایت کر رکھی تھی کہ ایسے موقعے پر مَیں فوراً ان کی گردن کی پچھلی رگوں اور پٹھوں کو زور زور سے دبایا کروں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کہتے تھے: بس! اور مَیں دبانا چھوڑ دیتا تھا۔ اسی وجہ سے وہ مجھے اپنے نزدیک سُلایا کرتے تھے۔''

ہر چند میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں علی بخش سے اس واردات کے متعلق کچھ مزید استفسار کروں لیکن مَیں اس کے ذہنی ربط کو توڑنے سے ڈرتا ہوں۔

''ڈاکٹر صاحب بڑے درویش آدمی تھے۔ گھر کے خرچ کا حساب کتاب میرے پاس رہتا تھا۔ مَیں بھی بڑی کفایت سے کام لیتا تھا۔ ان کا پیسا ضائع کرنے سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اکثر اوقات ریل کے سفر کے دوران میں کئی کئی سٹیشن بھوکا رہتا تھا، کیونکہ وہاں روٹی مہنگی ملتی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب ناراض ہو جاتے تھے۔ کہا کرتے تھے: علی بخش انسان کو ہمیشہ وقت کی ضرورت کے مطابق چلنا چاہیے۔ خواہ مخواہ ایسے ہی بھوکے نہ رہا کرو۔ اب اسی مربعے کے ٹنٹے کو دیکھ لیجیے۔ لائل پور کے ڈپٹی کمشنر صاحب، مال افسر صاحب اور سارا عملہ میری بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں۔ بڑے اَخلاق سے مجھے اپنے برابر کرسی پر بٹھاتے ہیں۔ ایک روز بازار میں ایک پولیس انسپکٹر نے مجھے پہچان لیا اور مجھے گلے لگا کر دیر تک روتا رہا۔ یہ ساری عزت ڈاکٹر صاحب کی برکت سے ہے۔ مربعے کی بھاگ دوڑ میں میرے سر کچھ قرضہ بھی چڑھ گیا ہے لیکن مَیں اس کام کے لیے بار بار لاہور کیسے چھوڑوں؟ جاوید کا نقصان ہوتا ہے۔''

''سنا ہے، اپریل میں جاوید چند مہینوں کے لیے ولایت سے لاہور آئے گا۔ جب وہ چھوٹا سا تھا، ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ اللہ کے کرم سے اب بڑا ہوشیار ہو گیا ہے۔ جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ اور منیرہ بی بی[1] بہت کم عمر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے نرس کے لیے اشتہار دیا۔ بے شمار جواب آئے۔ ایک بی بی نے تو یہ لکھ دیا کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ شادی کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔ ڈاکٹر صاحب کسی قدر پریشان ہوئے اور کہنے لگے: علی بخش! دیکھو تو سہی، اس خاتون نے کیا لکھا ہے؟ مَیں بڈھا آدمی ہوں، اب شادی کیا کروں گا؟ لیکن پھر علی گڑھ سے ایک جرمن لیڈی[2] آ گئی۔''

علی بخش کا تخیل بڑی تیز رفتاری سے ماضی کے دُھندلکوں میں پرواز کر رہا ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اسے اپنے ڈاکٹر صاحب یا جاوید یا منیرہ بی بی کی کوئی نہ کوئی خوش گوار یاد آتی رہتی ہے۔

جھنگ پہنچ کر مَیں اسے ایک رات اپنے ہاں رکھتا ہوں۔ دوسری صبح اپنے ایک نہایت قابل اور فرض شناس مجسٹریٹ کپتان مہابت خان کے سپرد کر دیتا ہوں۔

۱۔ علامہ اقبالؒ کی بیٹی منیرہ، جسے علامہ پیار سے ''بانو'' کہا کرتے تھے۔ منیرہ، میاں صلاح الدین سے بیاہی گئیں جو لاہور کی معروف شخصیت میاں امیر الدین کے بیٹے تھے۔

۲۔ مراد ہے: ڈورس احمد، جو حیاتِ اقبالؒ کے آخری دو برسوں میں، علامہ کے بچّوں کی اتالیق اور نگران کے طور پر جاوید منزل میں مقیم رہیں۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی سالی تھیں۔

کپتان مہابت خان، علی بخش کو ایک نہایت مقدس تابُوت کی طرح عقیدت سے چھُو کر اپنے سینے سے لگا لیتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ وہ علی بخش کو آج ہی اپنے ساتھ لائل پور لے جائے گا اور اس کی زمین کا قبضہ دلا کر ہی واپس لوٹے گا: ''حد ہوگئی! اگر ہم یہ معمولی سا کام بھی نہیں کر سکتے تو ہم پر لعنت ہے۔''

(شہاب نامہ)

☆☆☆☆

مشق

۱۔ درجِ ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کیجیے:

(الف) علی بخش سے مصنف کی کیسے ملاقات ہوئی ؟

(ب) علی بخش کو ایک مربّع زمین کہاں اور کیوں الاٹ ہوئی ؟

(ج) مصنف کے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے علی بخش کے دل میں کیا وہم تھا؟

(د) ایک سینما کے سامنے بھیڑ دیکھ کر علی بخش نے کیا کہا؟

(ہ) شیخو پورہ سے گزرتے ہوئے علی بخش کو کیا یاد آیا؟

۲۔ سبق کا خلاصہ اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

۳۔ علی بخش کے کردار کی نمایاں خوبیاں پیرا گراف کی شکل میں لکھیں۔

۴۔ علامہ اقبالؒ کی وفات کا حال علی بخش کی زبانی بیان کیجیے۔

۵۔ متن کی روشنی میں قوسین میں دیے گئے الفاظ کی مدد سے مندرجہ ذیل جملے مکمل کیجیے:

(الف) قبضہ نہیں ملتا تو کھائے ....۔ (خصم کو، کڑھی، کھیر، دھوپ)

(ب) علی بخش کے مطابق اقبالؒ اکثر .... گنگناتے تھے۔ (مسلماں کے لہو میں۔ خودی کو کر بلند اتنا۔ کبھی اے حقیقتِ مُنتظر۔ تُو رہ نوردِ شوق ہے)

(ج) ڈاکٹر صاحب بڑے .... آدمی تھے۔ (عالم، درویش، سیاسی، دانش ور)

(د) پھر علی گڑھ سے ایک .... لیڈی آگئی۔ (فرنچ، انڈین، انگلش، جرمن)

(ہ) کپتان مہابت خاں، علی بخش کو ایک نہایت مقدس .... کی طرح عقیدت سے چھو کر اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔ (تابوت، کتاب، چیز، امانت)

۶۔ سبق ''علی بخش'' کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست جواب پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) سبق ''علی بخش'' کس کتاب سے لیا گیا ہے؟
(i) شہاب نامہ (ii) نفسانے (iii) ماں جی (iv) یا خدا

(ب) مصنف کام کے سلسلے میں کہاں گئے تھے؟
(i) لاہور (ii) لائل پور (iii) شیخوپورہ (iv) جھنگ

(ج) علی بخش کو زمین کہاں دی گئی تھی؟
(i) جھنگ (ii) لائل پور (iii) لاہور (iv) خانیوال

(د) آخری عمر میں علامہ محمد اقبالؒ کا کھانا پینا کم ہو گیا تھا۔
(i) بڑھاپے کی وجہ سے (ii) دمے کی وجہ سے (iii) گلے کی خرابی کی وجہ سے (iv) معدے کی خرابی کی وجہ سے

(ہ) علی بخش کے مطابق ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی پسندیدہ خوراک کیا تھی؟
(i) پلاؤ (ii) سیخ کباب (iii) پلاؤ اور سیخ کباب (iv) چپلی کباب اور زردہ

(و) حکومت نے علی بخش کو کتنی زمین الاٹ کی؟
(i) آدھا مربع (ii) ایک مربع (iii) دو مربعے (iv) تین مربعے

(ز) علامہ محمد اقبالؒ کون سا پھل پسند کرتے تھے؟
(i) انگور (ii) لوکاٹ (iii) آم (iv) خوبانی

(ح) ڈاکٹر محمد اقبالؒ رات کتنے بجے جانماز پر جا بیٹھتے؟
(i) ایک بجے (ii) دو بجے (iii) اڑھائی بجے (iv) دو اڑھائی بجے

(ط) ڈاکٹر محمد اقبالؒ کو سوتے ہوئے جھٹکا لگتا تو کیا کرتے تھے؟
(i) دوائی لے لیتے (ii) علی بخش سے گردن کے پٹھے دبواتے
(iii) سو جاتے (iv) بے چین ہو کر ٹہلنے لگتے

۷۔ سبق کے متن کو مدِنظر رکھ کر درست یا غلط پر نشان (✓) لگائیں:

(الف) علی بخش سے مصنف کی ملاقات خواجہ عبدالرحیم نے کرائی۔ درست/ غلط
(ب) شیخوپورہ کے وکیل علامہ محمد اقبالؒ کے مرید تھے۔ درست/ غلط
(ج) ڈاکٹر محمد اقبالؒ گھر کے اخراجات کا حساب کتاب نہیں رکھتے تھے۔ درست/ غلط
(د) ڈاکٹر صاحب کے ہاں اعظم گڑھ سے جرمن لیڈی آئیں۔ درست/ غلط
(ہ) فروٹ سالٹ سے ڈاکٹر صاحب کی طبیعت بحال ہو گئی۔ درست/ غلط
(و) مہابت خان نے اعلان کیا کہ وہ علی بخش کا کام کرا کے دم لے گا۔ درست/ غلط

۸۔ سبق ’’علی بخش‘‘ کے متن کے مطابق کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کا رابطہ کالم (ب) کے الفاظ سے کریں:

کالم (الف)	کالم (ب)
خواجہ عبدالرحیم	حقہ
جاوید اقبال	مرید
پان	جاوید منزل
تحصیل دار	جانماز
مہابت خان	منیرہ
اڑھائی بجے	قبضہ

۹۔ حوالۂ متن اور سیاق وسباق کے ساتھ درج ذیل پیراگراف کی تشریح کیجیے:

’’اب علی بخش کا ذہن .... لیکن وہ رخصت ہو گئے تھے۔‘‘

۱۰۔ درجِ ذیل الفاظ کے مترادف لکھیے:

شریر، آمادہ، بھیڑ، سادگی، فارغ، مُقدس، خوش گوار

سرگرمیاں

۱۔ علی بخش نے علامہ محمد اقبالؒ کی نظم ’’کبھی اے حقیقتِ مُنتَظَر ......‘‘ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ نظم خوش الحانی سے پڑھ کر جماعت کے کمرے میں سنائی جائے۔

۲۔ اقبالؒ کی کوئی اور نظم چارٹ پر خوش خط لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

۳۔ مصنف کی کوئی اور تحریر جماعت کے کمرے میں پڑھ کر سنائیں۔

اساتذہ کرام کے لیے

۱۔ قدرت اللہ شہاب کا تفصیلی اور بھرپور تعارف کرایا جائے۔

۲۔ شہاب نامہ سے چند اقتباسات پڑھ کر طلبہ کو سنائے جائیں۔

۳۔ چالیس برس تک علامہ محمد اقبالؒ کی خدمت کرنے والے وفادار ملازم، علی بخش کے شخصی اوصاف کو نمایاں کیا جائے۔

۴۔ طلبہ کو علامہ محمد اقبالؒ کی ذات وصفات اور شاعری کے حوالے سے کچھ باتیں بتائی جائیں۔